

قربانی کی حقیقت

(سیرت ابراہیمؑ کی روشنی میں)

محمد یوسف گورایہ

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حج و عید الاضحیٰ کے موقع پر کی جانے والی قربانیوں کی حقیقت دریافت کی گئی۔ صحابہ کرام نے آپ سے پوچھا اے اللہ کے رسول! ما اهلہ الاضاحیٰ ان قربانیوں کی حقیقت کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **مَنْذَرٌ لِّكَ** ابراہیمؑ یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے۔

حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام بڑے عظیم المرتبت اللہ کے نبی تھے۔ تقریباً چار ہزار سال قبل آپ ملک عراق میں دریائے فرات پر واقع ایک شہر آرم میں پیدا ہوئے۔ یہ بادشاہ نمرود کا زمانہ تھا۔ آثار قدیمہ کی تحقیقات کے نتیجے میں شہر آرم دریافت ہو گیا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے دور میں اس علاقے کے لوگوں کی جو مذہبی اور تمدنی حالت تھی اس پر بھی کچھ روشنی پڑی ہے مشہور محقق سر لیونارڈ وولی نے اس موضوع پر بڑا کام کیا ہے۔ اس کے نتائج تحقیق کے مطابق ۲۱۰۰ قبل مسیح میں حضرت ابراہیمؑ مبعوث ہوئے۔ شہر آرم کی آبادی ڈھائی سے پانچ لاکھ کے درمیان تھی۔ یہ شہر صنعت و تجارت کا بڑا مرکز تھا لوگ مادہ پرست تھے، دولت کمانا اور زیادہ سے زیادہ آسائش حاصل کرنا ان کا سب سے بڑا مقصد حیات تھا۔ خود ساختہ خداؤں سے

دعائیں زیادہ تڑپیں عمر خوش حالی اور کاروبار میں ترقی کے لئے کی جاتی تھیں۔ اُر کا مہا دیو کُتسار (چاند دیوتا) تھا اس کے علاوہ پانچ ہزار خداؤں کے نام ملتے ہیں چھوٹے خداؤں میں زیادہ تو آسمانی تاروں اور سیاروں میں سے منتخب کئے گئے تھے۔ کُتسار کا بت اُر میں سب سے اونچی پہاڑی پر ایک عالیشان عمارت میں نصب تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں کفر و شرک عام تھا۔ لوگ اللہ کو مانتے تھے مگر ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ نے دینی امور۔ عبادت کی قبولیت مندہی پیشواؤں کے سپرد کر رکھی ہے۔ اور دنیوی امور، معاملات پر حکمرانی کا حق بادشاہ کو سونپ رکھا ہے۔ اس طرح دین اور دنیا میں کامیابی کا دار و مدار مندہی پیشواؤں اور بادشاہوں کی مرضی پر تھا۔ بجا ریوں کی مرضی اور بادشاہ کی منشا کو دین سمجھا جاتا تھا۔ اس طرح یہ دونوں گروہ خود خدا بن بیٹھے تھے۔ ذاتی اغراض، نفسانی خواہشات اور نجی مفادات کے حصول کے لئے پورے ہتوں اور بجا ریوں نے مختلف مندہی رسوم کی ادائیگی کو دین قرار دے رکھا تھا۔ یوں اللہ کی پرستش کے نام پر انہوں نے اپنی خدائی قائم کر رکھی تھی۔ اس تیز کو قرآن نے "ارباب من دون اللہ" قرار دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو مانتے ہوئے دوسروں کو اس کی ذات اور صفات میں شریک بنائے ہوئے تھے۔ سیدنا حضرت ابراہیمؑ کے زلمنے سے اب تک اور آئندہ قیامت تک عقائد، ایمانیات اور عبادات میں جتنی گمراہیاں پیدا ہوئیں اور آئندہ پیدا ہوں گی ان سب کی اصل اور جڑ مندہی پیشواؤں کا اپنی مرضی کو دین قرار دینا ہے۔ اس طرح دنیوی امور میں اب تک اور آئندہ جتنی بے گناہی قتل و غارت، ظلم و عدوان، فتنہ و فساد پھا ہوا اور آئندہ ہوگا اس کی بنیاد حکمران کا خدا بن بیٹھنا ہے۔

عقائد اور ملک میں فساد کے یہ بنیادی اسباب و عوامل ہیں۔ جو اپنی نوعیت کے اعتبار

سے ابدی ودوامی ہیں۔ تمام امصار و اعصار میں ان کی ہمہ گیری مسلم ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جو مشن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد کیا اور اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے انہوں نے جو طریق کار اپنا یا وہ عقائد میں خلوص، پختگی ایمان، ثبات و استقلال اور صبر و استقامت کا ایک ابدی اور لازوال نمونہ ہے جو فرد و قوم اور ملک و معاشرہ عقائد میں گراہی اور نظام معاشرت و حکومت میں فتنہ و فساد کو دور کرنے کا عزم کرے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ حسنہ اس کے لئے بہترین نمونے کا کام دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں ادیان میں حضرت ابراہیمؑ کو عزت و احترام حاصل ہے۔ قرآن نے ان کی سیرت کو عمدہ نمونہ قرار دیا ہے :

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا اقْبَلُوا مِيثَاقَنَا يَا إِبْرَاهِيمُ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدُّهُ^(۲)

”تم لوگوں کے لئے ابراہیمؑ کی سیرت میں بہترین نمونہ ہے اور ان کے ساتھیوں کی سیرت میں بھی۔ انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں۔ ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت ہو گئی اور بیچھوڑ گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔“

اس اعلان عام میں تین باتیں خصوصی توجہ کی مستحق ہیں اول حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں نے پوری وضاحت کے ساتھ بغیر کسی ابہام کے پوری قوم کو صاف صاف کہہ دیا ”ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں“ غلط عقائد اور گمراہ کن رسوم میں مبتلا قوم کو اس طرح کھلم کھلا چیلنج زبردست قوت ایمانی اور

عقیدہ توحید پر پختہ ایمان کا نتیجہ ہے۔ آپ کے اعلان عام کی دوسری بڑی دفعہ یہ ہے ہم نے تم سے کفر کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم خدا کے کافر ہو ہم تمہارے کافر ہیں، تمہیں حق پر مانتے ہیں اور تمہارے دین کو۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ عقائد اور گمراہ کن رسوم پر مبنی جو نظام قائم تھا حضرت ابراہیمؑ نے اسے ماننے سے انکار کر دیا اس کی تابعداری کو کفر قرار دیا غلط نظام سے اتنی صاف اور واضح تشریح اسی شخص سے صادر ہو سکتی ہے جو اس نظام کے فساد اور اس کے تباہ کن نتائج کو کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو بھرا ملا موتہ لائم صاف صاف اس کا انکار کر دے۔ حضرت ابراہیمؑ کے اعلان کی تیسری دفعہ یہ تھی: "ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے سعادت ہو گئی اور بے شکر گیا گیا یہ اعلان جنگ تھا۔ مرد مومن جب تک اس طرح کا اعلان نہیں کرتا وہ اپنے مشن کو آگے بڑھانے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ جھوٹے اور خود ساختہ خداؤں کے بچاری گول مول باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے وہ یقین رکھتے ہیں کہ مبہم اور غیر واضح اعلانات ان کے مضبوط و مستحکم نظام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ مگر صاف صاف اور کھلم کھلا الفاظ میں وہی شخص بات کر سکتا ہے جسے اپنے عقائد، ایمان اور اعمال کی صحت اور پائندگی کا یقین ہو۔ سنت ابراہیمؑ کے یہ تینوں اجزائے ترکیبی بغیر کسی اہم کے مومنین، صادقین کو دعوت ایمان و عمل دینے ہیں مذکورہ بالا امور سے واضح بنتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی پیروی وہی شخص کر سکتا ہے جو اس اعلان کے تینوں اجزاء پر عمل پیرا ہونے کا معہم ارادہ کرے وہ کہہ سکتے: "ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں" اس میں اتنی ہمت ہو کہ وہ اعلان دیکھے، ہم نے تم سے کفر کیا وہ قوت ایمانی کے اس مقام پر فائز ہو کہ وہ اعلان کر سکے، ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے سعادت ہو گئی اور بے شکر گیا، پھر اس کے ثبات و استقلال کا یہ عالم ہو کہ وہ اپنے عقائد پر چٹان کی طرح جمار ہے، کسی قسم کی کمزوری اور مدد بہت

کا مظاہرہ کرے اور دشمنانِ خدا کو کہہ دے کہ معبودانِ باطل سے بیزاری اور ظلم و عدوان پر مبنی نظام سے کفر و انکار اور عداوت اس وقت تک جاری رہے گی "جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ" حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ اور شعائر حج کو سنتِ ابراہیمی قرار دیا اور آج تک اکناف و اطرافِ عالم کے مسلمان اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ہر سال اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس ایمان اور عمل میں زیادہ قوت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ابراہیم علیہ السلام کے وہ کارنامے سامنے رہیں جن کی انجام دہی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ملتِ ابراہیمی کا اتباعِ مسلمانوں پر فرض کیا اور سب سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکمِ الہی اسے اپنایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جن صفاتِ عالیہ اور اوصافِ فاضلہ کے سبب "اسوہ حسنہ" کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے وہ تمام افراد و اقوام کے لئے نمونہ ہیں۔ جو فرد اور قوم اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنا چاہے، ملتِ ابراہیمی اس کے لئے عمدہ مثال ہے حضرت ابراہیمؑ جن اعمال و افعال کے نتیجے میں مقتدائے عالم قرار پائے ان میں توحید پر ایمان سرفہرست ہے۔

مذہب اور اخلاق کے تمام مکاتبِ فکر اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی عقیدہ، اصول، نکتہ اور نظریہ اس وقت تک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا جب تک اس کا داعی خود اس پر عمل پیرا نہ ہو۔ اس مسلمہ اصول کے مطابق سیدنا ابراہیمؑ نے سب سے پہلے اپنے عقائد پر خود عمل پیرا ہونے کا امتحان پاس کیا۔ قرآن نے ان کی اس کامیابی کا ذکر اس طرح کیا ہے:

وَإِذْ بَدَّلْنَا سَبْعَ نَجْمَاتٍ فِي سُنُبِكُمْ وَأَنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ
فَلَمَّا كَانَتْ إِحْسَابُكُمْ أَجْمَعًا إِنْ يَكْفُرُوا بِآيَاتِنَا لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ

جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو وہ ان سب میں پورا اتر گیا

اس امتحان کا سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ ابراہیمؑ کیا تو کفر و شرک کی ہر قسم سے دستبردار ہوتا ہے؟ کیا تو خالص عقیدہ توحید پر ایمان لا کر اللہ کی ذات اور صفات میں غیر اللہ کی شرکت کی کلیتہً نفی کرتا ہے؟ اس سوال کا مطلب یہ تھا کہ ابراہیمؑ تمام غیر فدائی قوتوں کی عبادت اور ان کی نفع و ضرر رسانی کی اہلیت سے انکار کر کے اپنے آپ کو کامل و مکمل طور پر خدائے واحد لاشریک کے سپرد کر دے۔ اسی طرح ظلم و عدوان، جبر و استبداد، آمریت و تسلط پر مبنی معاشرتی، سیاسی اور معاشی نظام سے بغاوت کر کے احکام الہی کے تابع عدل و انصاف، اخوت و مساوات اور حریت و مشاورت کے اصولوں کے مطابق معاشرتی، سیاسی اور معاشی نظام کو معرض وجود میں لائے۔

قرآنی الفاظ میں یہ سوال اس طرح بیان ہوا ہے۔

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسَلِدُ جب اس کے رب نے اس سے کہا تسلیم کر

ابراہیم کا جواب تھا :

أَسَلَّمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ - میں رب کائنات کے سامنے تسلیم غم کرتا ہوں

اس سوال و جواب کے نتیجے میں ملتِ ابراہیمی کا مطلب سمجھنے میں دشواری باقی نہیں رہنی چاہیے۔

سنتِ ابراہیمی ہر قوت و طاقت سے منزوم و کورف اور صرف رب کائنات کے سامنے تسلیم غم کرنے کا نام ہے

جب خدائے لاشریک کے سامنے قلبی حضور، ذہنی سکون، کامل یقین و علوم و اطمینان کے ساتھ توحید

کا اقرار کیا جائے تو اس کی قبولیت میں شک و ریب کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ سیدنا ابراہیمؑ

جب ایمان و اقرار توحید کی منزل طے کر چکے تو اس کی قبولیت پر یہ فرمان الہی صادر ہوا :

وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ہم نے اسے دنیا میں چن لیا اور آخرت
وَاتَّخَذْنَا فِي الْآخِرَةِ لِمَنِ الصَّلٰوٰتِ میں اس کا شمار صالحین میں ہو گا۔

توحید خالص پر ایمان اور خدا کے واحد لا شریک پر کامل یقین کا نتیجہ ہوتا ہے کہ موجد دنیا میں خدا کا منتخب نمائندہ قرار پاتا ہے اور آخرت میں کامیاب و کامران برگزیدہ صالحین کی صف میں نمایاں طور پر شمار ہوتا ہے۔ انسان کے اپنے عقیدہ پر پختہ ایمان کا دوسرا مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ اور خاندان کو اپنا ہم عقیدہ بنائے۔ یہ منزل پہلی منزل سے مشکل تر ہوتی ہے کیونکہ انسان جس عقیدے کو درست پائے اس پر خود تو ایمان لا سکتا ہے مگر دوسروں کو ہم عقیدہ بنانا آسان نہیں۔ اس مشکل میں اس وقت اور اضافہ ہو جاتا ہے جب خاندان کا سربراہ اس عقیدے کا مخالف ہو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لئے یہ امر اس لئے دشوار تر تھا کہ ان کے خاندان کا سربراہ خود ان کا باپ تھا۔ ان کی یہ دشواری ہمیں پر حتم نہیں ہو گئی کیونکہ ان کا باپ وقت کے جابر و مستبد بادشاہ نمرود کے ملک اور دین کے اعلیٰ ترین عہدے پہنچاؤ تھا اور یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اس وقت حکومت و دین دونوں خدا سے بغاوت پر مبنی تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے باپ کو عقیدہ توحید کی دعوت دینا اور اس کا اس دعوت کو قبول کرنا حکومت و دین دونوں کے خاتمے کے مترادف تھا۔ اب ایک طرف حضرت ابراہیمؑ کا اپنے عقیدے کے ساتھ اخلاص اور دعوت الی الحق کا تقاضا تھا اور دوسری طرف اپنے باپ۔ سربراہ خاندان اور حکومت و دین کے اعلیٰ ترین عہدے دار کو اس کی اپنی حکومت اور دین کے خلاف دعوت دینے کا دشوار گزار مرحلہ درپیش تھا۔

داعیان حق و صداقت کو ہمیشہ استزہ و اقارب گناہ پاسداری، دنیوی مقاصد و مفادات کی قربانی قوت و طاقت سے ٹکرا جانے کے عزم و ہمت جیسے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ درحقیقت حضرت ابراہیمؑ نے بھی باپ کی جائیداد سے عاق ہونے اور ہر قسم کے خوف و خطر سے بے پرواہ ہو کر محض رب العالمین پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے باپ کو توحید خالص کی

طرف دعوت دینے کا فیصلہ کیا اور پورے عزم و ہمت کے ساتھ باپ کو ان الفاظ میں

دعوت حق دی :

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كُنْتُ مِنَ الصَّادِقِينَ
 ابراہیمؑ کا واقعہ یاد کرو جبکہ اس نے اپنے باپ
 آزر سے کہا تھا کیا تو جنوں کو خدا بناتا ہے۔ میرے بچے
 اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔
 وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

ذات گھر اور برادری کے بعد دعوت حق کا عمومی مرحلہ درپیش ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے
 کہ خاندان اور برادری سے باہر غیر برادری اور قوم کو ان کے عقیدے کے خلاف دعوت دینا آزمائش
 کا کٹھن مرحلہ ہوتا ہے۔ یہ لوگ ایسے داعی کو کسی رعایت کا مستحق نہیں سمجھتے جو ان کے عقائد
 کو، باطل اور ان کے اباؤ اجداد کو گمراہ قرار دے اور ان کے معاشرتی، معاشی اور سیاسی نظام
 کے مکمل خاتمے کا علمبردار ہو۔ قوم کو تو حید کی دعوت دینے کی صورت میں حضرت ابراہیمؑ کے
 سامنے یہ تمام سنگین حالات موجود تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ انہوں نے جو راہ اختیار کی ہے اس
 میں دوسروں کے علاوہ ان کا اپنا باپ بھی ان کی دشمنی اور مخالفت میں شریک ہوگا۔ مگواعیان
 حق کے قافلہ سالار عظیم المرتبت پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر مصلحت سے بے نیاز
 ہو کر باپ و قوم کو لپکارا کہ وہ بے بس و بے جان اور بے اختیار خود ساختہ معبودوں ہوتیوں
 اور توں کی پوجا چھوڑ دیں جو کسی نفع و نقصان کی قدرت کے مالک نہیں :-

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ
 جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا
 التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ
 کہ یہ کیسے ہدیتیاں ہیں جن پر تم مجاہدینے بیٹھے ہو؟

حضرت ابراہیمؑ کے اس ایک سوال سے ان کی قوم کے خود ساختہ دین اور باطل معبودوں کی
 عمارت زمین بوس ہو گئی۔ اس ٹھوس اور گہرے سوال سے وہ لرز اٹھے لاجواب ہو کر صرف آتنا

کہہ پائے

وَجِدْنَا آيَاتَهُ مَا لَمْ نَكُنَّا نَعْلَمُ بِهَا عَالِمِينَ (۵۲:۲۱) ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے۔

سیدنا ابراہیمؑ نے پوری جرات ایمانی سے ان کی اس نہایت کھوکھلی دلیل پر پھر پورا وار کرتے ہوئے

فرمایا:

لَقَدْ كُنْتُمْ آتِنَا أَبَاكُمْ وَأَبَاؤَكُمْ فَخِ
ظِلَالِ مَيْمِينٍ (۹)
تم بھی گمراہ ہو اور تمہارے باپ دادا بھی صریح
گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کا یہ جواب پوری قوم کو صریح گمراہ قرار دینے کا اعلان عام تھا انہوں نے اس جواب میں صرف اپنی مخاطب قوم کو گمراہ نہیں کیا بلکہ ان کے آباء و اجداد کو بھی اس گمراہی میں شامل کر دیا تاریخ و عمرانیات کے ماہر جانتے ہیں کہ کوئی قوم بحیثیت مجموعی اپنی گمراہی کا اعلان سن کر کس درجہ مضطرب اٹھتی ہے اور جب اس کے آباء و اجداد کو بھی صاف لفظوں میں صریح گمراہ قرار دیا جائے تو ایسے داعی پر مصائب و آلام کے جو پہاڑ ٹوٹتے ہیں اس کی بھی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ان کی قوم کو ابھی تک اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ ابراہیمؑ نے واقعی پوری قوم اور ان کے آباء و اجداد کو صریح گمراہ قرار دیا ہے۔ تاہم یہی کارہی کرنے سے پہلے انہوں نے پھر پوچھا

أَجِئْنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنْ
اللَّعِينِينَ (۱۰)
کیا تو ہمارے سامنے اپنا اصلی عقیدہ پیش کر رہا ہے
یا مذاق کرتا ہے۔

انہوں نے جواب دیا، نہیں بلکہ فی الواقع تمہارا رب

وہی ہے جو زمین اور آسمانوں کا رب اور ان کا پیدا

کرنے والا ہے اسی پر ہی تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں۔

قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَوَاتِ

وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا

عَلَىٰ ذُلِّكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ (۱۱)

حضرت ابراہیمؑ کا جواب سن کر ان کی قوم کو یقین آ گیا ہے کہ وہ انہیں علی وجہ البعیرت گمراہ سمجھتے

ہیں اور زمین و آسمان کا مالک اور پروردگار صرف رب کائنات کو مانتے ہیں اگر ان کی قوم اس پر ایمان لے آئے تو وہ ہدایت یافتہ ہے ورنہ گمراہ اس اعلان پر بات کھل کر سناٹے آگئی جھڑپت ابراہیمؑ نے جس میں باکی سے یہ اعلان کیا وہ درحقیقت ایسا شخص ہی کر سکتا تھا جو کل نفع و نقصان کے مالک اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتا ہو۔ وہ بھڑکی ہوئی قوم کی طرف سے تشدد کے ہر حربے کو برداشت کرنے پر آمادہ ہو اس کا دل مطمئن اور ضمیر اپنے عقیدے کی صداقت پر پرسکون ہو اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابراہیمؑ قوم کو گمراہ کہنے کے مرحلے سے کامیابی کے ساتھ گزر گئے اور بگڑی ہوئی قوم کو راہ ہدایت پر لانے کے فرائض کو بحسن و خوبی انجام دینے کے حقیقی و صداقت کی طرف بلانے کا فیصلہ کن مرحلہ اپنے عہد کے سبب سے بڑے جابر اور مستبد بادشاہ فرود کو دعوت اسلام دینے کا تھا۔ فرود خود ساختہ دین اور اس پر مبنی ظلم و استبداد کے نظام کا مطلق العنان بادشاہ تھا۔ پر وہت و بجاہری میں مانے مراسم پرستش بناتے اور فرود اپنی قوت و طاقت سے انہیں نافرمان کرتا اسی طرح فرود جو استبداد پر مبنی نظام حکمرانی بناتا اور پر وہت و بجاہری اپنے قائم کردہ مذہب ہی تقدس سے اسے سب جوار عطا کرتے۔ فرود کو عقیدہ زہید کی طرف دعوت دینے کا مطلب یہ تھا کہ اس کے خود ساختہ مذہب کے نظام کی جڑ کٹ جاتی اور وہ پورے کاپور ان نظام ختم ہو جاتا۔ ظاہر ہے فرود جیسی قوت و جبروت والا بادشاہ کسی شخص کی اس جرات کو کس طرح برداشت کر سکتا تھا۔ تمام خطرات کے ہوتے ہوئے سیدنا ابراہیمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے داعیان حق کے لئے اسوہ حسنہ اور درس عزیمت کی عظیم الشان عمارت قائم کی اور فرود کو متنبہ کیا کہ وہ باطل پرستی ترک کر کے حق پرستی اختیار کرے:

اللّٰهُ تَسْرٰى اِلَى الَّذِى حَآجَّ اِبْرٰهِيْمَ
 فِى رَيْبِهِ اَنْ اَتَهُ اللّٰهُ الْمَلَكُ
 اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّىْ الَّذِى
 يَخْبِئِ وَيُمِيْتُ قَالَ اَنَا اُحْيِىْ وَ
 اُمِيْتُ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ

کیا تم نے اس شخص پر یقین نہیں جس نے ابراہیمؑ سے جھگڑا
 کیا تھا جھگڑا اس بات پر کہ ابراہیمؑ کا رب کون ہے اور
 اس بنا پر کہ اس شخص کو اللہ نے حکومت دے رکھی
 تھی جب ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جس کے
 اختیار میں زندگی اور موت ہے تو اس نے جواب دیا

زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے ابراہیم
نے کہا اے اللہ سونے کو مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا سے مغرب
سے نکال لایا میں سن کر وہ حکم حق ششدر رہ گیا۔

قَاتَ اللَّهُ يَا قِيُّ بِالشَّمْسِ مِنْ
الْمَشْرِقِ كَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ
فَبَيَّهْتَ الَّذِي كَفَرَ (۱۳)

یہ ہے نمونہ حضرت ابراہیمؑ کے عزم و ثبات کا آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا اور وقت کے سب
سے بڑے جابر و طاہر حاکم کو حق و صداقت کی راہ دکھا دی۔ مگر جیسا کہ بیان ہوا انہوں نے مادی قوت و
طاقت سے شکست نہیں کھا لی بلکہ اس کا جبر و قہر لہیٰ طرح محفوظ ہے وہ لاجواب ہوا ہے تو فکری و
نظری سطح پر انکار و نظریات کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب لوگ اس سطح پر شکست کھا جاتے ہیں
تو پھر ننگی جارحیت، ظلم و استبداد اور قہر و تشدد کی قوت کا سہارا لیتے ہیں۔ تاکہ حق و صداقت کی
جس صدا کے سامنے وہ لاجواب ہو گئے ہیں وہ دوسروں تک پہنچنے نہ پائے کیونکہ انہیں خدشہ ہوتا ہے
کہ جب وہ خود اپنی عقیدت، قابلیت علم و دانش کے باوجود ہار گئے ہیں تو عام لوگ حقیقت کا
کیسے سامنا کر سکیں گے۔ وہ اس پر ایمان لے آئیں گے۔ جب عام لوگ ایمان لے آئیں تو وہ نظام
جو ان کے کفر و شرک کی وجہ سے قائم تھا ختم ہو جائے گا جس کے خاتمے کے ساتھ ہی اس نظام
کے اختیار و اقتدار کے مالک بھی ختم ہو جائیں گے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت و سیرت حجاب تک سامنے آئی ہے اس میں عزم و
استقامت اور جرأت و استقلال کا اظہار زیادہ تر اسی پہلو سے ہوا ہے کہ انہوں نے دعوت و
تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ باپ بربادری قوم بادشاہ سب کی گمراہی ان پر واضح کر کے انہیں راہ ہدایت
کی طرف بلا یا۔ ان کی گمراہی کے نتائج و عواقب بیان کئے اور انہیں رشد و ہدایت کے فیوض و
برکات سے آگاہ کیا اور اس میں ذرا برابر مدد ہمت سے کام نہیں لیا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام دعوت و تبلیغ کے مرحلے سے گزر کر دوسرے کٹھن مرحلے

میں داخل ہوتے ہیں۔ نمود اور اس کی رعایا جن بتوں کی پرستش کرتی اور سجدہ ریز ہوتی تھی، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بت خانہ میں داخل ہو کر انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔
 بَعَثْنَاهُمْ جُدَاذًا (۱۱۳)

عقل و علمی اور نظری طور پر ان کی قوم لاجواب ہو کر اندر ہی اندر سلگ رہی تھی اور ان کی آتش غیظ و غضب جبرٹک اٹھنے کا محض بہانہ ہی تلاش کر رہی تھی۔ بتوں کے چکنا چمد ہونے سے انہیں یہ موقع ہاتھ آ گیا چنانچہ انہوں نے آگ کے جبرٹکے شعلوں اور دہکتے لنگاروں میں سیدنا ابراہیمؑ کو جلا ڈالنے کا فیصلہ کیا:

اعلان ہوا اسے آگ میں جلا ڈالو

تَا لَوْ اَحْسَرُ قُوَّةً (۱۱۴)

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ قتل، پھانسی اور آگ میں جل جانے کا ڈر ایسے مواقع ہوتے ہیں جب بڑے بڑے لوگوں کے قدم ڈگمگاتے ہیں اور وہ جان بچانے کی خاطر مدد انہت سے کام لیتے ہوئے اپنے عقائد و نظریات پر نظر ثانی کا اعلان کرتے ہیں مگر جنہوں نے اوراق تاریخ پر انٹ نقوش چھوڑتے ہوتے ہیں وہ ایسے مواقع پر فرار کی بجائے قرا کو تیز جگ دیتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت تا قیامت قائم رہی تھی اس لئے انہوں نے پوری دلجمعی کے ساتھ فرمایا

اے میری قوم میں ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم خدا کا شریک مٹھراتے ہو۔

يَقْتُزِمُ رِافِي بَرِيٍّ مِمَّا
 تَشْرِكُونَ (۱۱۵)

پھر نہایت یکسوئی کے ساتھ کہا:

میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا
 جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور میں ہرگز

رِافِي وَجْهَتِي وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ
 السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا وَمَا اَنَا

ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

مِنَ الْمُشْرِكِينَ (۱۱۶)

انہوں نے علی الاعلان کہا

میں تمہارے مٹھارے مٹھارے جوئے شرکوں (جبرئیل فداؤں سے
نہیں ڈرتا ہاں اگر میرا کچھ چاہے تو وہ ضرور ہو سکتا ہے۔

وَلَا آخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا
أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا۔ (۱۱۶)

انہوں نے قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اور آخر میں تمہارے مٹھارے جوئے شرکوں (جبرئیل فداؤں
سے کیسے ڈروں جبکہ تم اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو فدا کر لی ہیں تو کیا
بنائے جوئے نہیں ڈرتے جن کے لئے اس نے تمہاری کئی سزا نازل نہیں کی

وَكَيْفَ آخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ
أَنْتُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ
بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا۔ (۱۱۸)

یہ ہے عقیدہ توحید کی پختگی، اللہ پر ایمان کی نادر مثال اور سنتِ بلخی کا دومی قابلِ تقلید نمونہ! حقیقت یہ ہے

کہ عقیدہ و ایمان کی اس لازوال قوت اور اسوہ و سیرت کی اس غالب ترین طاقت کے سامنے ہر چیز کو پگھلا دینے
والی آگ خود پگھل گئی اور اس کی جلا دینے والی خاصیت بروہت و سلامتی میں ڈھل گئی۔

ہم نے کہا ہے آگ ٹھنڈی ہو اور سلامتی بن جا
ابراہیم پر۔

قُلْنَا يَا سُلَيْمٰنُ خُذِ بَرَدًا وَسَلٰمًا
عَلَى الْبَرِّ الرَّحِيمِ۔ (۱۱۹)

سیدنا ابراہیم کی سنت ان لوگوں کے لئے مینارہ کدہ ہے جو اپنے عقیدہ کو کفر و شرک کی لاکٹوں سے

پاک صاف کر کے توحیدِ خالص سے اپنے سینوں کو منور کرنا چاہیں اور میرا اس قوتِ توحید کی کشمہ ساز یوں
سے آتشِ شعلہ کو گلزارِ ابراہیمی میں ڈھلے دیکھنا پسند کریں۔

نبیِ آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حضرت ابراہیم کے اسوہ کی اتباع

کا حکم دیا کیونکہ عظمت و رفعت کو پانے کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے اور ناقابلِ فراموش
کارنامے انجام دینے کے لئے جن صفاتِ عالیہ کو اپنانے کا تقاضا ہوتا ہے وہ سب حضرت ابراہیم

کی سنت و سیرت میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

آتش فرود کو گزارا براہیمی میں بدل کر فرود و قوم فرود کے دلوں کی سنگلاخ زمین میں عقیدہ نو حید کی تخم ریزی کا کوئی موقع پائی نہیں رہا تھا۔ اس صورت حال کا قدرتی نتیجہ تھا کہ حضرت ابراہیم آباد و اجلاد اعزہ و اقارب ملک و وطن کو دین و ایمان پر قربان کر دیں اور وہاں سے ہجرت کر کے اکناف و اطراف عالم میں سے کسی ایسے خطہ ارضی کو اپنا مسکن بنائیں جو ایمان کی تخم ریزی کے لئے موزوں ہو۔ پیاسے دیس اور عزیز وطن کو مال و دولت، صنعت و تجارت اور خوشحالی و فارخ البالی کے لئے نہیں بلکہ محض اپنے عقیدہ کی حفاظت اور اس کی تبلیغ و اشاعت کی خاطر ہجرت کرنا صرف اولوالعزم اور حق و صداقت کے علمبرداروں کا فیوہ رہا ہے۔ سیدنا ابراہیمؑ اس مشکل مرحلے سے بھی نہایت عزم و ثبات کے ساتھ گزر گئے۔ اور یہ کہتے ہوئے گھر بار، مال و دولت، ماں باپ، اعزہ و اقارب اور دیس و وطن سے چل کھڑے ہوئے۔

اِنِّیْ خَاطِبٌ اِلَیْکُمْ سَیِّدِیْنَ^(۴۶) میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں وہی میری رہنمائی کرے گا
شہر اُرس سے ہجرت کر کے آپ حُران تشریف لے گئے وہاں سے فلسطین کی طرف منتقل ہوئے اور بیت ایل، جبرون اور بیر شبع جیسے اہم مقامات پر اپنی دعوت کے مراکز قائم کئے اپنے بھتیجے حضرت لوطؑ کو بحر لوط کے مشرق میں آباد کر کے آپ مصر روانہ ہو گئے اس کے بعد آپ نے حجاز کا رخ کیا اور مکہ میں بیت اللہ کی تعمیر کر کے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو اس کی خدمت پر مامور کیا مگر فلسطین میں جبرون کو اپنا مستقل مرکز بنایا اور یہیں آپ کا انتقال ہوا۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کے عظیم الشان کارناموں کا اجمالی ذکر ہے جس خاص واقعے سے عید الاضحیٰ اور حج کے موقع پر جانور کی قربانی کی سنت ادا کی جاتی ہے وہ سیرت و اسوۂ ابراہیمی کا عمدہ نمونہ ہے جسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنۃ ابیکم ابراہیمؑ کا نام دے کر امت مسلمہ پر اس کی اتباع ضروری

قراردی۔

جب حضرت ابراہیم عقائد اعمال، ابتلا و آزمائش کے تمام کمٹن مراحل کو طے کر چکے تو بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمعیل علیہ السلام جیسا فرزند ارجمند، نور نظر غلامِ حلیمؑ بر دو بار بیٹا عطا فرمایا۔ **فَبَشِّرْهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ** (۲۱)۔ ایک طرف ابراہیمؑ نومو لو بیٹے کو اپنے بڑھاپے کا سہارا اور میراث کا وارث پا کر شاداں و فرحاں ہیں اور دوسری طرف منصب امامت پر فائز ہونے کی سب سے بڑی آزمائش بھی اسی وقت کی منتظر تھی۔ جب امیدوں اور آرزوں کا مرکز پیارا اور لاڈلا بیٹا بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچا تو باپ نے بیٹے سے کہا:

يٰٓيُنَيَّ اِنِّىۤ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اِنِّىۤ اٰذِىۤبُكَ فَاَنْظُرْ مَاذَا تَشُرِّىۡ۔
اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟

باپ کی طرح بیٹا بھی پیکر تسلیم و رضا کا پیکر تھا عرض کیا:

يٰۤاَبَتِ اَفْعَلْ مَا تَوْصَرُّ سَجِدَنِى
اے جان جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے آپ اُسے
کروالے انشاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔
اِنَّ كُشَاةَ اللّٰهِ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۔ (۲۲)

آخر جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیمؑ نے بیٹے کو ماتھے کے بل ٹا دیا تو ہم نے ندا دی کہ لے ابراہیمؑ تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم سبکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں یقیناً یہ ایک کملی آزمائش تھی۔

حضرت ابراہیمؑ اس آزمائش میں کامیاب ہوئے۔ اس رینع انسان واقعہ کی عظمت و قدرت الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی اسے تصور کی آنکھ سے ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ بوڑھا باپ اپنے ارمانوں سے مانگے ہوئے بیٹے کو اللہ کی خوشنودی پر قربان کر دینے پر آمادہ ہے۔ بیٹا بھی گلے پر چھری چلوانے کے لئے راضی ہے۔ یہ ایسا منظر تھا جسے دیکھ کر رحمت حق نے جوش مالا بیٹے کے بدلے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک

مینڈھا ذبح کر دیا گیا۔ ارشاد ربّانی ہے :

وَقَدْ نَسِئَهُ بِذِي الْحِجِّ عَظِيمِ ۱۲۳
ہم نے ایک بڑی قربانی ذیہ میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا

یہی وہ بڑی قربانی ہے جسے قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ نے بطور سنت جاری کر دیا کہ اس تاریخ کو تمام اہل ایمان دنیا بھر میں جانور قربان کریں اور وفاداری اور جانتاری کے اس عظیم الشان واقعہ کی یاد تازہ کرتے رہیں۔ قرآن نے اس کو شِعَارِ بَرِئَاتِہ میں شمار کیا ہے۔ - اذی الحج کو یوم النحر قربانی کا دن قرار دیا۔ اس روز حج پر گئے ہوئے حجاج کرام منیٰ کے مقام پر قربانی کے جانور ذبح کرتے ہیں جو مسلمان حج پر نہیں گئے ہوتے وہ اپنے ملکوں میں اپنے گھروں میں قربانی کرتے ہیں۔ ترمذی خریف کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے دن اللہ کے نزدیک قربانی سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔

قربانی کا وقت عید الاضحیٰ کی دسویں تاریخ سے بارہ تاریخ تک تین روز رہتا ہے مگر افضل دسویں تاریخ ہے قربانی میں نیت اور ارادے کو بڑا دخل ہے اللہ کا فرمان ہے :

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحْمًا مِّمَّهَا وَلَا دِمًا مِّنْهَا ۚ
وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ
اللہ کو نہ قربانیوں کے گوشت پہنچے ہیں نہ خون، مگر اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

یہ آیت روح قربانی بیان کرتی ہے۔ جو لوگ اللہ کی رضا اور سنت ابراہیمی کی پیروی کے لئے قربانی کرتے ہیں اور نیت کرتے ہیں کہ وہ قربانی کے جانور کو ذبح کرتے وقت اپنی ہر چیز اللہ کی راہ میں قربان کرنے پر آمادہ ہیں اس نیت اور عمل سے ان کے دل، دماغ اور ضمیر کامل یقین کے ساتھ رب کائنات کے آگے تسلیم و رضا کا پیکر بن جاتے ہیں، ان میں احکام الہی پوری ذمے داری اور حرم و احتیاط سے بجالانے کا شعور پیدا ہو جاتا ہے اور ان کے اعمال و افعال رب کی رضا کا مظہر بن جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں قربانی کے جانور کے ایک ایک بال کے بدلے نیکیاں ملتی ہیں اگر نیت محض نمائش

ریا کاری اور دکھاوا ہو۔ گلی محلے میں اپنا دولت کا اظہار اور بڑا کھانا مقصود ہو تو ایسی قربانی کا خدا کے ہاں کوئی اجر نہیں قربانی سنت ابراہیمی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زندگی کا ہر عمل نسل انسانی کے لئے مشعل راہ ہے۔

حوالہ جات

- ۱- سر لیونارڈ وولی، ابراہیم، مطبوعہ لندن ۱۹۳۵ء
- ۲- القرآن الحکیم (۶۰ : ۴)
- ۳- القرآن الحکیم (۲ : ۱۲۴)
- ۴- القرآن الحکیم (۲ : ۱۳۱)
- ۵- القرآن الحکیم (۲ : ۱۳۱)
- ۶- القرآن الحکیم (۲ : ۱۳۰)
- ۷- القرآن الحکیم (۶ : ۷۴)
- ۸- القرآن الحکیم (۲۱ : ۵۲)
- ۹- القرآن الحکیم (۲۱ : ۵۴)
- ۱۰- القرآن الحکیم (۲۱ : ۵۵)
- ۱۱- القرآن الحکیم (۲۱ : ۵۶)
- ۱۲- القرآن الحکیم (۲ : ۲۵۸)
- ۱۳- القرآن الحکیم (۲۱ : ۷۵۸)

- ١٣- القرآن الحكيم (٤٨ : ٢١)
- ١٥- القرآن الحكيم (٤٩ : ٧)
- ١٦- القرآن الحكيم (٤٩ : ٧)
- ١٧- القرآن الحكيم (٤٩ : ٧)
- ١٨- القرآن الحكيم (٨١ : ٧)
- ١٩- القرآن الحكيم (٧٩ : ٢١)
- ٢٠- القرآن الحكيم (٧٩ : ٣٤)
- ٢١- القرآن الحكيم (١٠١ : ٣٤)
- ٢٢- القرآن الحكيم (١٠٢ : ٣٤)
- ٢٣- القرآن الحكيم (١٠٣ : ٣٤)
- ٢٤- القرآن الحكيم (١٠٤ : ٣٤)
-